

لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے درمیان مذاکرات

کیوں ناکام ہوئے؟

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

رکن مجلس عاملہ، وفاق المدارس العربیہ پاکستان

محمد و سائیکس اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور درود و سلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے حالیہ المناک سانحہ کے موقعہ پر لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے مابین مصالحت کی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے علماء کرام نے بہت کوششیں کیں اور مصالحتی فارمولہ مختلف طور پر طے ہو گیا، مگر اسے اچانک کالعدم کر دیا گیا۔ مفتی اعظم پاکستان و صدر جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ان مذاکرات میں شروع سے آخر تک اہتمام کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں اپنے جمعہ کے خطاب میں پیش آمدہ حالات اور ان کی وجوہ و اسباب پر مشتمل لکراکھیز اور چشم کشا تصفیلات بیان فرمائیں۔

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

مجھے معلوم ہے آپ حضرات لال مسجد سے متعلق حالات جاننے کے لئے بے تاب ہوں گے اور یہ جو خوبی تکمیل کھیل گیا ہے اس سے ریجیدہ اور بے تاب بھی ہوں گے۔ یقیناً پورا پاکستان بے تاب ہے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعے واقعات بڑی حد تک آپ حضرات کے سامنے آ چکے ہیں۔ لیکن ہمیں میڈیا سے شکایت ہے اور اپنے ذرائع ابلاغ سے بھی شکایت ہے کہ حق کو جتنا کھول کر بیان کرنا چاہتے اتنا کھول کر بیان نہیں کرتے۔ بات کو دو ٹوک انداز میں واضح نہیں کرتے۔ بلکہ جھجک چھوڑ دیتے ہیں اور بعض ذرائع ابلاغ نے تو اس سانحہ کے موقع پر معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے۔ خاص طور پر علماء دین دار طبقہ اور باوقار شخصیات کے خلاف ایسی روش اختیار کر رکھی ہے جیسے کسی دشمن کے خلاف ہوتی ہے یہ المناک صورت حال ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات عطا فرمائے۔ اللھم اننا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم۔

اس صورت حال کی فریاد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس طاقت نہیں، فوج نہیں، اسلحہ نہیں اور اسلحہ کا استعمال اپنی حکومت کے خلاف جائز بھی نہیں۔ ان حالات میں سوائے اس کے کوئی اور چارہ کار ہمارے پاس نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کریں۔ اور اسی سے پناہ طلب کریں اور اپنے اپنے گناہوں سے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کریں کیونکہ جتنے معاصبات آتے ہیں جتنی مشکلات اور مصیبتیں آتی ہیں وہ خود انسانوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ہمارے پاکستان میں سرکاری سطح سے لے کر غلیظ سطح تک جس بڑے پیمانے پر اللہ کی ناراضی ہو رہی ہے تو ایسے حالات میں جو بھی حوادث اور سانحات پیش آجائیں وہ غیر متوقع نہیں ہیں۔ ابھی بارش اور ہواؤں کا طوفان چل ہی رہا تھا اور ملک کا آدھا حصہ اس میں تباہی کا شکار ہو رہا تھا کہ یہ دوسرا مسئلہ لال مسجد کا کھڑا ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سارے نقشے پہلے ہی بتا دیئے تھے کہ ایک زمانہ آیا آئے گا جب ایک فتنہ فتنہ نہیں ہوگا دوسرا آجائے گا دوسرا فتنہ نہیں ہوگا کہ تیسرا، فتنے آئے دن لگتا رہا ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر آئیں گے۔

۱۲/ مئی کو بے گناہوں کے خون کی جو ہولی کھیلی گئی جسے پوری دنیا میں ٹی وی نے نشر کیا، سب نے دیکھ لیا۔ حتیٰ کہ قتل کرنے والے لوگوں کے چہرے بھی دکھا دیئے گئے۔ آج تک ان میں سے کوئی نہیں پکڑا گیا۔ گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں جبکہ لال مسجد والوں نے مطالبات بہت اچھے کئے تھے جو ہمارے دین اور ایمان کا تقاضہ ہے لیکن طریقہ جو انہوں نے اختیار کیا وہ بزرگوں اور علماء کے طریقے کے خلاف تھا۔ سب نے ان کو اس غلط طریقہ کار کو اپنانے پر ٹوکا، سمجھایا مگر وہ نہیں مانے، لیکن پھر بھی ان کا جرم کیا تھا اور طریقہ جو غلط تھا وہ کیا تھا؟ بچوں کی لائبریری پر انہوں نے جو قبضہ کیا تھا۔ ہم مانتے ہیں وہ غلط تھا؟

بدکاری کے اڈے کو چلانے والی ایک خاتون کو انہوں نے پکڑا تھا، پکڑنا غلط تھا۔ اس کے خلاف مطالبہ کرنا اور جو کوشش ہو سکتی تھی، جائز ذرائع سے، قانونی طریقے سے ایسی کوششیں کرنا برحق تھا لیکن اسے خود پکڑنا غلط تھا۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ برسوں سے اس محلہ کے لوگ پولیس اور انتظامیہ کے پاس شکایتیں لے کر جا رہے تھے مگر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ اڈا معمول کے مطابق چل رہا تھا، محلے کے لوگ پریشان تھے، شرفاء پریشان تھے، رات میں کتنے ہی بدکاری کرنے والے یہاں آتے تھے، اور ایک لڑکی نے تو آ کر اپنی بیرونی دروازہ کی سٹائی بھی کھینچ کر اس کو دھوکے سے اس اڈے پر لے جایا گیا، پھر بددستی اس کی عزت کو ٹیٹا گئی اور اس کے بھرنے کو نوا تاوا سے گئے اور اس کو کہا گیا کہ اب تم ماں باپ کو بتاؤ گی تو ہم فوٹو شائع کر دیں گے اور پھر اس کو بلیک میل کرتے رہے اور بار بار اس کی عزت لوٹنے کے لئے بلاتے رہے اور یہ بے چاری مجبور تھی، فریاد لے کر جامعہ حصصہ میں آئی لیکن ان تمام کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شیم نامی عورت کو انہوں نے پکڑا یہ غلط تھا، یہ کام ان کا نہیں تھا، اگر حکومت نہیں پکڑ رہی تھی تو آپ اخبارات میں دیتے کچھ اور طریقہ اختیار کرتے، لیکن یہ کام آپ کی حد سے باہر تھا۔ اس سے فتنہ پھیلنے لگا ہوتی اور حکومت سختی پر آمادہ ہوتی اور حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ آپ کو معلوم ہے، پھر نتیجہ جو کچھ نکلتا تھا وہ نکلتا۔

دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ مساج (Massag) سینٹر، ”مکتبہ مساج سینٹر“ جس میں بدن پر مالش کی جاتی ہے، مالش کرنے والی کون ہیں جتنی عورتیں اور کروانے والے کون ہیں، مسلمان مرد، اسلام آباد کے مرد قریب آئے ہوئے ہیں۔ تو یہ قانون کے بھی خلاف تھا، آئین پاکستان کے بھی خلاف تھا اور دینی تعلیمات اور روایات کے بھی خلاف تھا، ہر اعتبار سے جرم تھا، جنہوں نے اس سینٹر کو لائسنس دیا تھا انہوں نے بھی جرم کیا تھا۔ ان کی غلطی یہ تھی کہ وہ ان جتنی عورتوں کو پکڑ کر اپنے پاس لے آئے اور برقعہ پہنا کر واپس کر دیا۔

چوتھا کام یہ ہوا کہ پولیس کے آدمیوں نے لال مسجد کے طلبہ کو گرفتار کیا، تو انہوں نے جو باپ پولیس والوں کو گرفتار کیا۔ یہ چوتھی غلطی تھی۔ تو عازمی برادران کی کل غلطیاں کتنی ہوئیں؟ ایک یہ کہ شیم کو پکڑ کر لائے، مگر مارے پیٹے بغیر ان کو واپس کر دیا، دوسری یہ کہ چینی مساج سینٹر کی خواتین کو لے کر آئے اور ان کو مارے پیٹے بغیر واپس کر دیا، تیسری یہ کہ اپنے طلباء کو پھرنے کے لئے پولیس کے بعض لوگوں کو پکڑا، چوتھی غلطی یہ تھی کہ لائبریری پر قبضہ کیا، یہ چاروں غلطیاں ہم مانتے ہیں۔ ہم ان کی کوئی تاویل نہیں کرتے، ہم ان کو بتاتے رہے کہ تم غلط کر رہے ہو۔ جنہیں یہ حق نہیں پہنچتا۔ حکومت کے اندر حکومت قائم کرنا، ریاست کے اندر ریاست قائم کرنا، قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔ اس کو شریعت جائز نہیں کہتی

مجیب بات ہے کہ آج مغربی دنیا، ہمارے قلم کار، کالم نگار، صحافی، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ یہ کہہ رہے ہیں کہ دیکھئے مدرسے بدنام ہو گئے۔ مدرسے ایسے ہوتے ہیں، لا قانونیت پھیلانے والے ہوتے ہیں، اعلیٰ بندی کرنے والے ہوتے ہیں، بددستی کرنے والے ہوتے ہیں، تشدد پسند ہوتے ہیں، انتہا پسند ہوتے ہیں تو مدارس کے بارے میں دنیا میں کیا تصور قائم ہو گا؟ مجھے سے ایک ٹی وی والوں نے اسی قسم کا ایک سوال کیا تو میں نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ یہ بات کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہئے کہ جامعہ حصصہ کی ان چار باتوں کو سب نے مل کر غلط کہا، جس پر ذرائع ابلاغ گواہ ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے جو مدارس ملحق ہیں ان میں جامعہ فریدیہ (اور طالبات کے لئے جس کے کیسپس کا نام جامعہ حصصہ تھا) ایک بڑا مدرسہ تھا، اس میں اور اس کی شاخوں میں تقریباً دس ہزار طلباء طالبات زیر تعلیم تھے، لیکن وفاق المدارس نے صرف اس وجہ سے اس مدرسہ کے الحاق کو ختم کر دیا کہ وفاق المدارس ان کی اس لا قانونیت کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، اس انتہا پسندی کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، اس تشدد کو جائز نہیں کہتا تھا۔ چنانچہ وفاق المدارس نے صرف اسی وجہ سے اس مدرسہ کا رجسٹریشن منسوخ کر دیا۔ اساتذہ، طلبہ و طالبات کی درخواستیں اور فون مسلسل

آتے رہے کہ ہزار سال ضائع ہونے سے بچا لیجئے لیکن ہم نے کہا نہیں حالانکہ کارروائی جامعہ حصہ میں ہو رہی تھی لیکن کارروائی کرنے والے چونکہ مولانا عبدالعزیز صاحب تھے وہی جامعہ حصہ کے بھی مہتمم تھے اور جامعہ فریڈ کے بھی، اس لئے ہم نے جامعہ فریڈ کے الحاق کو بھی منسوخ کر دیا اور ان کے طلباء و طالبات کو بھی سالانہ امتحان میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک بہت مشکل فیصلہ تھا مگر ہمیں کرنا پڑا۔

وفاق المدارس نے اپنا اعلامیہ بار بار شائع کیا۔ یہ سب باتیں جو میں غازی برادران کی غلطیوں کے بارے میں کہہ رہا ہوں، وفاق المدارس نے اپنے اعلامیہ میں بیان کر دی تھیں۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وفاق المدارس اپنے کسی مدرسے کی انتہا پسندی کو، دہشت گردی کو جائز قرار نہیں دیتا۔ نہ صرف یہ کہ جائز قرار نہیں دیتا بلکہ ایسے کسی مدرسے کے الحاق کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے جس کے اندر انتہا پسندی ہو یا تشدد کا راستہ اختیار کیا جا رہا ہو یا قانون کو ہاتھ میں لینے کا ڈھنگ اختیار کیا جا رہا ہو۔

پھر نہ صرف وفاق المدارس بلکہ پورے ملک کے تمام مدارس اور علماء نے بلکہ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے جامعہ حصہ کے تنظیمین کے اس غلط طریقہ کار کی مذمت کی، اس کو غلط کہا۔ کیا یہ اس بات کی کھلی دلیل نہیں کہ تمام مدارس و دیگر اور تمام علماء کرام، انتہا پسندی کے خلاف ہیں، تشدد کے خلاف ہیں، لاقانونیت کے خلاف ہیں، قانون کو ہاتھ میں لینے کے خلاف ہیں۔

اس واقعے سے تو پوری دنیا میں یہ پیغام جانا چاہئے کہ تمام مدارس اور علماء انتہا پسندی اور دہشت گردی اور تشدد کے راستہ کو غلط سمجھتے ہیں اور اتنا غلط سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پرانے ساتھیوں کو بھی اپنے وفاق سے الگ کر دیا۔ میں نے ٹی وی والوں سے کہا کہ آپ دنیا کو یہ پیغام دیجئے اور جو زمینی حقیقت ہے اسے واضح کیجئے لیکن ہماری حکومت نے یہ کیا کہ لال مسجد کے حضرات کے ان چار مطالبات میں سے کسی ایک مطالبہ پر بھی کوئی کارروائی نہیں کی۔ آج تک پاکستان کے لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو کہ آئی ٹیم کے اڈے کی سرپرستی جو حکام برسوں سے کر رہے تھے وہ کون سے حکام تھے، جنہوں نے اس اڈے کو چلانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس میں کون لوگ حرام کاری کے لئے آتے جاتے تھے۔ کیا وہ سب بے گناہ ہیں؟ معصوم ہیں؟ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا؟ کیا جرم صرف انہوں نے کیا جو شیم کو اپنے پاس واماں کے ساتھ لے کر آئے اور اس سے تو بے کر اس کو واپس کر دیا۔ بتائیے اس میں جرم کس کا زیادہ ہے؟ اڈا چلانے والوں کا یا جامعہ حصہ کی انتظامیہ کا؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے اندر مسجد میں شہید کی گئیں، اللہ کے گھروں کو شہید کیا گیا تو یہیں سے لال مسجد و جامعہ حصہ کی انتظامیہ نے تحریک کا آغاز کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے اس سیکرٹری نے انہیں تحریک چلانے پر مجبور کیا۔

ہماری حکومت کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب تک لاقانونیت کا راستہ اختیار نہ کیا جائے، توڑ پھوڑ نہ کی جائے اس وقت تک یہ کوئی مطالبہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہ بات ہم نے وزیراعظم سے بھی کہی بلکہ مشرک مینٹک میں بھی کہی تھی۔ (جس میں صدر، وزیراعظم، ان کے کئی وزرا اور فوجی جزل بھی موجود تھے) کہ حکمران جس طریقہ کو اپناتے ہیں اگر یہ طریقہ رہے گا تو کوئی ملک میں امن واماں قائم نہیں ہو سکتا۔ آپ سنجیدہ منٹگو سننے ہیں، دلائل کی بات ماننے نہیں، قرآن و سنت کی بات کو کان دھر کر سننے کے لئے تیار نہیں، آئین اور قانون کی کوئی بات آپ سننے کے لئے تیار نہیں، اپنی من مانی اور خلاف اسلام پالیسیوں پر ڈٹے رہیں گے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام اٹھ کھڑے ہوں گے، جذباتی اور جو شیلے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے، قانون اپنے ہاتھ میں لے لیں گے، مجرمانہ ہماری شیئیں گے نہ آپ کی شیئیں گے۔

چنانچہ جامعہ حصہ میں بھی ہوا، مسجد میں شہید کی گئیں لوگوں نے اس پر احتجاج کیا، ذمہ داران سے باتیں کیں، علماء نے بھی افسران بالا سے ملاقاتیں کیں مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رہی تھی تو جامعہ حصہ کی انتظامیہ نے جوابا کہا کہ تم نے ہمارے اللہ کے گھروں کو شہید کیا ہے، ہم تمہاری لاجبیری پر قبضہ کرتے ہیں۔

جامعہ حصہ کے حضرات کی بات صحیح تھی، طریقہ غلط تھا، علماء کرام نے اس کے بزرگوں نے بلکہ وفاق المدارس العربیہ کے ارکان نے جا کر کہہ دیا، لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ آپ یہ بتائیے کہ کیا یہ حکمران ایسے ہیں کہ تنہی کے بغیر بات نہیں۔ ماننے کا مسئلہ تو بعد کی بات ہے، سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، آپ بتائیے کہ ہم کیا کریں؟ ہم نے کہا آپ صبر سے کام لیں، اللہ سے دعا کرتیں اور قانونی راستے سے نہ ہٹیں،

لیکن وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

اب سوال یہ کہ حکومت کے نزدیک ان کے کتنے جرائم تھے..... چار جرائم تھے..... کہ شیم کو پرامن طریقے سے لے کر آئے اور پھر پرامن طریقے سے واپس پہنچا دیا..... یعنی عورتوں کو بھی پرامن طریقے سے لے کر آئے اور پرامن طریقے سے واپس پہنچا دیا۔ پولیس والوں کو پرامن طریقے سے اپنے پاس رکھا، پرامن طریقے سے واپس کر دیا۔ ان کی خاطر مدارات بھی کرتے رہے..... چلڈرن لائبریری پر قبضہ کیا، اس میں کوئی تخریب کاری نہیں کی، کوئی عمارت کو نقصان نہیں پہنچایا، کسی کو تکلیف نہیں پہنچی، ان تمام کاموں میں کسی کو ایک کا شکا نہیں جھسا، کسی کو ایک تعصبات نہیں لگایا۔ ڈنڈوں کا شور تو پوری دنیا میں ہو گیا کہ..... ڈنڈا بردار شریعت اڈا ڈنڈا بردار شریعت..... لیکن کوئی ایک مثال بتائے کہ ان طلباء نے کوئی ڈنڈا استعمال کیا ہو۔

ہمیں بتایا جائے کہ ان چار میں سے کوئی ایک جرم بھی ایسا ہے جس کی سزا پاکستان کا قانون مزائے موت تجویز کرتا ہو؟ لیکن قانون سے بالاتر ہو کر دادائے عدالت صرف اس جرم پر سینکڑوں طلباء طالبات اور حفاظ قرآن کا خون کر دیا گیا۔ بتائیے یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہاں کراچی میں ۱۲ مئی کو خون کی ہولی کھیلی گئی، چالیس یا اس سے زیادہ لاشیں گرا دی گئیں، قتل کرنے والوں کو دنیا نے دکھ لیا، ٹی وی نے دکھلایا، آج تک کوئی قاتل گرفتار نہیں ہوا۔ یہ کہتے ہیں کہ جامعہ حصہ کے لوگوں نے حکومت کی رٹ کو چیلنج کیا تھا، تو کیا چالیس لاشیں گرانے والوں نے تمہاری رٹ کو چیلنج نہیں کیا تھا، یہاں اپنی رٹ کی حفاظت کی تمہیں کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی؟ لیکن چونکہ کراچی کے ان مظلوموں کی کوئی دادرسی کرنے والا نہیں تھا، اور قاتل غنڈوں کی پشت پناہی کرنے والی، غیر ملکی طاقتیں تھیں۔ اس واسطے تمہیں ندان مظلوم چالیس سے زیادہ لاشوں پر رحم آیا اور ندان ظالم قاتلوں پر تمہیں کچھ غصہ آیا اور نہ تمہیں اپنی رٹ کی کوئی پرواہ ہوئی کہ تمہاری رٹ کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔

آج تمہاری رٹ کو نیو کی فوجیں چیلنج کر رہی ہیں، بے گناہ پاکستانی مسلمانوں پر وہ بمباری کر رہی ہیں اور میزائل برس رہی ہیں، کتنے پاکستانی مسلمان شہید ہو چکے ہیں، ہوائی جہازوں سے بھی بمباری کی جا رہی ہے۔ وہاں تمہیں اپنی رٹ کی فکر نہیں ہوئی اس لئے کہ تم ان کی رٹ کا تحفظ کر رہے ہو اور تم اپنی پاک سرحدوں پر اپنی رٹ سے دست بردار ہو چکے ہو، وہاں تمہیں غیرت نہیں آئی، تمہیں اپنے قانون کی عزت پالنا ہوئی نظر نہیں آئی، ہاں اپنے مظلوم بھائیوں، بہنوں اور بیٹیوں کے اوپر تمہاری بہادری چلتی ہے، بے گناہوں پر، عورتوں پر، بچوں پر، نہتوں پر تمہاری بہادری جوش مارتی ہے۔

وہ پاکستانی فوج جس نے اللہ کے فضل و کرم سے ۱۹۶۵ء کے جہاد میں اپنی طاقت، اپنی مہارت، اپنی بہادری، اپنی قربانی، اپنے ایمان کا لوہا منوایا تھا اور آج تک الحمد للہ ہماری فوج کے بارے میں یہی تاثر ہے کہ مجموعی طور پر ہماری فوج ایمان سے سرشار ہے اور دنیا کی بہترین فوجوں میں داخل ہے۔ اس فوج کو پاکستان کے عوام نے اپنا پیٹ کاٹ کر ٹکس دے دے کر پالا اور نوازا ہے۔ یہ ہماری امانت ہے، ہماری پوچھی ہے، ہماری طاقت ہے، ہماری سرحدوں کی حفاظت ہے، ہمیں اس پر فخر ہے، لیکن تم ہماری اس فوج کو بزدلانہ، ظالمانہ اور احمقانہ مہمات میں استعمال کر رہے ہو۔ ہماری اس بہترین فوج کو جو قوم نے دشمنان اسلام کے لئے تیار کیا تھی، جس فوج کو پاکستان کی حفاظت کے لئے تیار کیا گیا تھا آج تم اس بہترین فوج کو دشمنوں کے حکم پر چلانے کی فکر میں ہو اور اس کا آٹھ سو سے زیادہ جوانوں اور افسروں کا خون کروا چکے ہو، آج تمہاری بہادری کشمیر میں نہیں چلتی، کارگل سے ساری فوجیں لے کر آ گئے، نہ تمہاری بہادری پاکستان کی مغربی سرحدوں کی حفاظت پر چلتی ہے کہ تم نیٹو کے فوجیوں کو پاکستان کی مقدس سرحدوں کو روندنے سے روک سکو۔ تمہاری بہادری اب چل رہی ہے باجوڑ کے عرصہ پر، وہاں کے مظلوم طلباء کو قتل کرنے پر تمہاری بہادری اب چل رہی ہے جامعہ حصہ کے مدرسہ پر، وہاں کے طلباء و طالبات پر، یہ تمہاری بزدلانہ ظالمانہ اور سفاکانہ حرکتیں ہیں، تم بھرہ یہ کہتے ہو کہ امن و امان قائم رہنا چاہئے، امن و امان پانال کرنے کے سارے راستے تو تم اختیار کر رہے ہو، پھر ہم سے یہ کہتے ہو کہ امن و امان قائم کرنے میں علماء اپنا کردار ادا کریں۔

حکومت کی ان غلط حرکتوں کے باوجود امن و امان کو قائم کرنے کے لئے لال مسجد اور جامعہ حصہ کے قصبے میں علماء اپنا کردار ادا کرنے اقرار کو اسلام آباد گئے، پہلے تو چوہدری شجاعت حسین سے بات ہوئی ان کو ہم (وفاق المدارس العربیہ کے ارکان) نے اپنی تجاویز دیں، انہوں نے کہا کہ یہ بات میں صدر تک پہنچانا ہوں، اور ہم نے جو فارمولہ پیش کیا تھا وہ ان کی سمجھ میں آ گیا اور کہا کہ میں حکام بالا سے بات کرتا ہوں۔

رات کو ہمارے پاس وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق صاحب آ گئے، ان کے سامنے بات رکھی، بالاخر تھوڑی سی روڈ قدرح کے بعد وہ بھی قائل ہو گئے کہ فارمولہ ایسا ہے کہ اس پر عمل ہو سکتا ہے، حکومت کی رٹ بھی برقرار رہے گی قانون کا احترام بھی برقرار رہے گا اور کشت و خون سے بھی بچ جائیں گے اور معاملہ ختم ہو جائے گا۔ مگر انہوں نے کوئی وعدہ نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ وزیر اعظم سے ہم آپ کی ملاقات کراتے ہیں تو میں نے اعجاز الحق صاحب سے کہا کہ یہ تھلائے کہ وزیر اعظم فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ”سو فیصد وہ فیصلہ کی پوزیشن میں ہیں“۔ انہوں نے اگلے دن پیر کے روز، وزیر اعظم سے ہمارے وفد کی ملاقات کروادی۔ وہاں بھی وہ فارمولہ رکھا گیا، اس میں انہوں نے اپنی مشکلات بیان کیں جو اعجاز الحق صاحب بھی بتا رہے تھے مگر ان سب مشکلات کا حل ملے کر لیا گیا۔ وزیر اعظم کے ساتھ اس میٹنگ میں ملے ہو گیا کہ عبدالرشید غازی کو گرفتار نہیں کریں گے (کیونکہ اس نے ٹیلی فون پر ہم سے بار بار کہا کہ میں جان دے دوں گا مگر گرفتاری نہیں دوں گا)۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبدالعزیز صاحب کو گرفتار کر کے جس طریقے سے ان کی قیسی اتارا تار کر، ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر، ذلیل رسوا کر کے ان کو قتل دئی پروکھا گیا، اس وجہ سے وہ اس بات پر مجب ہو گئے تھے کہ ”ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔“

عبدالرشید غازی مرحوم نے فون پر مجھ سے بار بار کہا کہ میں گرفتاری دینے کے لئے تیار نہیں ہوں، ہرگز تیار نہیں ہوں، میں جان دے دوں گا، گرفتاری نہیں دوں گا۔ البتہ اس کے لئے تیار ہوں کہ مجھے، میری بیوی بچوں کو، میرے ضروری سامان سمیت میرے گاؤں میں پہنچا دیا جائے۔ میں جامعہ حصہ کو بھی چھوڑتا ہوں، جامعہ فریڈ یہ کو بھی چھوڑتا ہوں، لال مسجد کو بھی چھوڑتا ہوں، چلڈرن لائبریری کو بھی چھوڑتا ہوں، جتنا اسلحہ ہے، وہ بھی آپ کے سپرد کر دوں گا۔ مجھے اپنے گھر جانے دیا جائے، البتہ جامعہ حصہ کو اور جامعہ فریڈ یہ کو میں وفاق المدارس کی تحویل میں دوں گا تاکہ مدرسوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، مسجد تحفہ اوقاف سنبھال لے، وہ اس کا انتظام چلائے، چنانچہ یہ معاہدہ ملے پایا زبانی بات بھی ہو گئی اور وزیر اعظم نے کہا کہ اس پر عمل شروع کیجئے یہ ظہر کے بعد کا وقت تھا۔

پھر اس پر عمل درآمد کے لئے چوہدری شجاعت حسین صاحب اور وزیر مذہبی امور اعجاز الحق صاحب، محمد علی درانی صاحب وزیر اطلاعات اور وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات طارق عظیم۔ اور ہمارا وفد گاڑیوں میں جلوس کی شکل میں لال مسجد کے قریب گیا، ممنوعہ علاقہ ہمارے لئے کھول دیا گیا لیکن آگے جا کر جہاں سے لال مسجد جانے کا مرحلہ تھا، وہاں سے ہمیں پھیل جانا تھا، مگر بنجرز کا حاکم اعلیٰ (کون تھا وہ کس عہدہ کا آدمی تھا مجھے نہیں معلوم) اس نے آگے جانے سے روک دیا اور کہا کہ آپ آگے نہ جائیں وزیر یوں سے بھی کہہ دیا اور چوہدری شجاعت حسین سے بھی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارا کوئی معاہدہ ہو رہا ہے، اس پر کوئی عملدرآمد ہوتا ہے، اس کو اس معاہدے سے کوئی سروکار معلوم نہیں ہوتا تھا، وہ کہہ رہا تھا آگے نہیں جاسکتے، کیوں نہیں جاسکتے؟ کہا کہ ریسک ہے، (ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ آپ کو برغمال بنالیں گے) تو ہمارے ساتھ جو علماء کرام ہیں سے گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم یہ خطرہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں برغمال نہیں بنا لیں گے۔ آخر وہ ہمارے بھائی ہیں، ہم جاتے ہیں اور بات کرتے ہیں اور یہ ساری باتیں ان کو بتاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں ہوگا۔

ہم نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی تھی کہ اگر آپ اپنی ذمہ داری پر جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں لیکن ہمارے بعض ساتھیوں نے رازداری سے آکر مجھ سے کہا کہ ایک چیز کا خطرہ ہے کہ مسجد کے آس پاس، درختوں کے پیچھے سب جگہ پر بنجرز کے اہلکار موجود ہیں، قوی اندیشہ ہے کہ ان میں سے کوئی ہمارے ان ساتھیوں پر فائر کر کے مار ڈالے گا اور الزام عبدالرشید غازی پر لگا دیا جائے گا۔ یہ خطرہ واقعی توجہ طلب تھا، اس لئے ہم نے ان ساتھیوں کو یہ خطرہ مول لینے سے روک دیا اور ملے پایا کہ قریب میں ایک مکان جو بنجرز کی تحویل میں تھا اس میں بیٹھ کر مصالحتی فارمولے کی تحریر لکھیں گے اور طریقہ کار اسی اصول کے تحت ملے ہوگا جو وزیر اعظم کے ساتھ میٹنگ میں ملے پا چکا ہے۔ وزراء کے مشورے سے مولانا زاہد الراشدی اور طارق عظیم وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات نے یہ مسودہ تیار کیا۔ ایک ایک لفظ پر سب کا غور و فکر ہوا، مشورہ ہوا، جہاں پر جس کو جو تحفظات تھے ان کو دور کیا گیا۔

اسی دوران عبدالرشید غازی کا ایک نمائندہ آ گیا۔ اس کے ذریعہ مسلسل عبدالرشید غازی سے ٹیلی فون پر رابطہ کرتے رہے، ان کے

فون کی بیٹری ختم ہوگئی تھی باہر سے ایک فون اندر بھیجا گیا تاکہ ان سے اطمینان سے بات چیت ہو سکے، تمام باتوں سے انہوں نے بھی اتفاق کر لیا۔

البتہ عبدالرشید غازی مرحوم ہم سے فون پر مسلسل یہ اصرار کر رہے تھے کہ آپ وزراء کو لے کر یہاں آ جائیں تاکہ میں اسلحہ دکھا دوں کہ میرے پاس کون سا اسلحہ ہے، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ مجھے یا تو مار دیں گے یا دھوکے سے گرفتار کر لیں گے اور بعد میں اسلحہ یہاں لا کر میڈیا کو دکھا دیں گے کہ یہ اسلحہ اندر سے برآمد ہوا ہے۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ یہاں تشریف لائیں تاکہ میں اسلحہ دکھا دوں لیکن وہاں جانے کا راستہ ہی بند کر دیا گیا تھا ہمارے لئے بھی، وزراء کے لئے بھی اور میڈیا کے لئے بھی۔

بالآخر معاہدہ تحریر ہو گیا، ساری بات طے ہوگئی، ہم نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اعجاز الحق صاحب تو یہاں تک کہنے لگے کہ آج اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو میں دودن کے بعد عمرے کے لئے روانہ ہو جاؤں گا، ایک ہفتے سے جودہنی پریشانی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔

اب اس مختلف تجربہ پر دستخط کرنے کا وقت آیا تو یہ حضرات نیچے یا اوپر ہی کے صحن میں چلے گئے، یہ ایک چھوٹا سا دو منزلہ مکان تھا، بالائی کمرے میں تھے۔ جس میں مسودہ لکھا جا رہا تھا۔ اب یہ حضرات تھوڑی دیر بعد واپس آ کر کہنے لگے کہ ہمیں ایوان صدر جانا ہے اور صدر سے اس کی اجازت لینی پڑے گی۔ ہمیں تعجب ہوا کہ وزیراعظم نے بھری مجلس میں یہ فیصلہ کیا اور اسی فیصلے کے مطابق یہ ساری تفصیلات لکھی گئیں وزراء کی کینچی نے یہ مسودہ ہمارے ساتھ لے کر لے لیا۔ چودہری شجاعت حسین بھی اس پوری کارروائی میں شریک رہے وہ ہمارے ساتھ اب بھی موجود ہیں، اب ایوان صدر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ وزیراعظم نے منٹک میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ آج ہمارا صدر پر دینے سے بھی اس معاملہ میں مشورہ ہو چکا ہے۔ عبدالرشید غازی صاحب بھی تیار ہو چکے تھے اور اب ہم نے اس موضوع پر گفتگو شروع کی تھی کہ مسجد کے اندر طلبہ سارے بھوکے ہوں گے ان کے کھانے کا انتظام کرنا ہوگا۔ مدرسہ میں طالبات اور خواتین بھی بھوکے ہوں گی۔ ان کے لئے بھی کھانے کا انتظام کرنا ہوگا۔ یہ بھی طے ہو گیا تھا کہ چار کھوتی ارکان اور چار افراد ہم ان طالبات کو اپنی تحویل میں لیں گے اور انہیں محفوظ مقام پر منتقل کر کے ان کے سرپرستوں کے حوالے کر دیں گے اور طلبہ کو بھی یہی عملی اپنی تحویل میں لے لی اور محفوظ مقام تک پہنچا دے گی۔ ان پر اگر کوئی مقدمہ عاتق ہو سکتا ہے اس لئے کہ انہیں کوئی مقدمہ عاتق نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ حضرات یہ کہہ کر صدر محل پر جانے کے پاس چلے گئے کہ آدھے گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔ من من مگر سہ ماہ ہے یہ تھا اس سے پہلے ملکی رات بھی چلتے رہے تھے اب یہ اندھناک وقت تھا جس میں کیا اندھ نظر ہونے لگا کہ ایوان صدر میں کس کڑی تو نہیں ہو جائے گی۔ مگر بڑا اڑھائی گھنٹے بعد وہ واپس آئے اور جب وہ حضرات آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا، وہ ایک طے پر عین نکلتے نکلتے تھے۔ ان کا مذاق غماض تھا۔ تھے جیسے کہ آج کل سرکاری ٹی وی چینل کے ہمارے کرتے ہیں لیکن حاصل ان کا یہ تھا کہ جن باتوں کی شکل عبدالرشید غازی کو کی تھی جی میں تمام باتوں سے انکار کر دیا گیا تھا۔

حاصل اس نئی تجربہ میں پہلا نکتہ یہ لکھا تھا کہ عبدالرشید غازی اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ باہر نہیں گئے۔ ان کو ہریان کے گھر والوں کو ان کے ذاتی سامان سمیت "مکرم" میں رکھا جائے گا۔ ہم نے کہا کہ کون سے گھر میں رکھا جائے گا؟ عبدالرشید غازی تو پہلے سے کہہ چکے ہیں کہ کس کس نظر بندی کو قبول نہیں کر سکتا کہ بلوچ کی سرکاری گھر یا چنگے میں نہیں رہوں گا بلکہ اپنے گاؤں کے گھر میں چلا جاؤں گا، چوتھے صفائی قدموں کے میں یہ لکھا چکا تھا کہ ان کو ان کے گاؤں کے گھر میں رکھا جائے گا جبکہ اس مسودہ میں لکھا تھا کہ "مکرم" میں رکھا جائے گا۔ ہم نے پوچھا کہ کس گھر میں؟ طارق حسین کہنے لگے کہ کسی گھر میں رکھا جائے گا تو ہم نے کہا کہ گھروں کے گاؤں کے گھر میں رکھا جائے گا۔ کہنے لگے کہ نہیں صاحب نہیں ہو سکتا اور اس میں کوئی نقطہ آگے چلے نہیں ہو سکتا اور وہی کوئی نقطہ ہمیں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ چوہاں سے حتیٰ منگوری کے بعد لے آئے ہیں بلکہ اس تجربہ کی فوٹو کاپی ایوان صدر میں محفوظ کر لی گئی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور مجھ سے طارق حسین نے چپکے سے کہا کہ دیکھئے! ہمیں صرف آدھے گھنٹے کی سہلت دی گئی ہے، اس کے بعد "ہاں" یا "نہ" کروالیتے اور پھر کہا کہ چندہ منٹ گزر چکے ہیں تو میں نے کہا کہ دیکھئے یہ وہ معاہدہ تو رہا نہیں جس پر ہم نے عبدالرشید غازی سے ہاتھ کی حتیٰ اور ان کو بشکل تیار کیا تھا، اب یہ ایک ہی چیز آئی ہے، اس کی ذمہ داری ہم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عبدالرشید غازی کا لٹا کدہ یہاں موجود ہے اس کو سوراخ کر دیا جائے، اگر یہ عبدالرشید غازی سے منظور کروالیتے ہیں تو

بہت اچھی بات ہے۔ چنانچہ عبدالرشید غازی سے خون پر رابطہ کیا گیا مگر انہوں نے اس نئی تحریر کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

ابھی ہماری یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ ایک کمانڈر رفونج یار شہر زکا واللہ اعلم کمرہ میں آ کے کھڑا ہو گیا، (چھوٹا سا کمرہ تھا، جس میں مشکل سے ہم چار علماء اور سکھوتی نمائندے تھے)، اور مخصوص انداز میں ہمیں اور اپنے گھڑی دیکھنے لگا..... گویا وہ اشارہ کر رہا تھا کہ براہ کرم آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ہم نے بھی آپس میں یہ طے کیا کہ اب یہاں ٹھہرنا بیکار ہے، ان کی باتیں خراب ہیں، ہمارے بعض ساتھیوں نے جو نیچے زمینی منزل میں تھے بعد میں بتایا کہ ایک فوجی افسر نے آ کر ان سے کہا آپ لوگ چلے جائیں، بہر حال نیچے کمرے میں ساتھی ہمارے منتظر تھے، ان کو ساتھ لیا اور گاڑیوں میں بیٹھ کر انتہائی رنج و غم کے ساتھ چلے آئے۔ اس وقت رات کے تقریباً اڑھائی بج چکے تھے۔ اب ہم نے طے کیا کہ جس ہوٹل میں ہمارا قیام ہے وہاں پہنچ کر باہم مشورہ کریں گے۔ (اس ہوٹل میں اپنے قیام کا انتظام ہم نے خود کیا تھا، حکومت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں تھا، مصارف سفر وغیرہ کا انتظام بھی ہم نے خود کیا تھا)

امکانی طور پر امیدی کی ایک ہلکی سی کرن اب بھی باقی تھی وہ یہ کہ عبدالرشید غازی کا نمائندہ وہاں چودھری شجاعت حسین اور دزیروں کے پاس موجود تھا، وہ فون پر عبدالرشید غازی سے دوبارہ رابطہ کر رہا تھا۔ عبدالرشید غازی ہمارے سامنے تک تو اس نئے مسودے سے حتمی طور پر سختی سے انکار کر چکے تھے اور کہہ چکے تھے کہ یہ دھوکہ بازی ہے اس نئے مسودے کا حاصل سوائے اس کے نہیں کہ مجھے گرفتار کیا جائے اور میں اسے قبول نہیں کرتا۔ میں گرفتاری کے مقابلے میں شہادت کو ترجیح دوں گا۔ اس کے بعد وہاں سے واپس ہو کر ہم واپس ہوئے تھے لیکن یہ ہلکی سی امید ذہن میں آنے لگی تھی کہ شاید دونوں فریقوں کے درمیان نئے مسودے پر کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ ہم نے اپنے موبائلوں کو بند کر دیا تھا کیونکہ مختلف دیوی جیٹلو بار بار رابطے کر رہے تھے اور ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم نے ابھی سے یہ کہہ دیا کہ مذاکرات ناکام ہو گئے ہیں تو جو ایک ہلکی سی امید مصالحت کی دل میں آ رہی ہے، اس کو نقصان پہنچے گا، اسی اندیشے کے پیش نظر ہم سب نے اپنے اپنے موبائل بند کر دیے اور یہ طے کیا کہ کوئی بھی انفرادی طور پر اس بات کا اعلان نہیں کرے گا۔ اب لچر کی نمازی کی وقت ہو گیا تھا تو طے یہ ہوا کہ نماز فجر پڑھ کر ہم کچھ دیر کے لئے اپنے کمرہ میں چلے جائیں گے۔ پھر مشورہ کر کے اعلان کیا جائے گا۔ اچانک مجھے پتہ چلا کہ وہاں تو حملہ شروع ہو چکا ہے، زبردست بمباری گولہ باری ہو رہی ہے جیسے کسی دشمن ملک پر چڑھائی کی جاتی ہے اور خوفناک تباہی پھیل رہی ہے۔ ٹی وی پر ان المناک مناظر کے ساتھ طرح طرح کے تحفینے اور قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں کہ یہ کیا قصہ ہوا؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہ بات ہو رہی تھی کہ مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں اب اچانک یہ کیا ہوا؟ اندازے سے کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ سخت کنفیوژن پھیلا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہم نے تو یہ طے کیا تھا کہ کوئی انفرادی طور پر اعلان نہیں کرے گا مشورہ کر کے پریس کانفرنس میں اعلان کیا جائے گا مگر اب جبکہ حملہ پوری شدت سے شروع ہو چکا ہے، سارا ملک کنفیوژن میں مبتلا ہے، لوگ سخت پریشان ہیں اس لئے میں نے اپنے موبائل کا سوئچ کھول دیا، کھولتے ہی فوراً جیو ٹی وی کا فون آ گیا۔ وہ پوچھ رہے تھے کیا قصہ پیش آیا؟ یہ تو آپریشن شروع ہو گیا ہے۔ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، اس وقت صبح کے تقریباً ۵ بجے تھے اور فوراً ہی انہوں نے یہ خبر دنیا کو سنائی، تو آٹھ بجے کے قریب جناب حامد میر آ گئے اور بڑے دکھ سے کہنے لگے کہ دیکھئے یہ ذرا اکتنا جھوٹ بول رہے ہیں، خدا کے لئے صورت حال بتلائیے۔ وہ کمرہ بھی ساتھ لائے تھے۔ میں نے ان کو وہ ساری روداد جو صبح ۵ بجے میں جیو کونون پر سنا چکا تھا مزید تفصیل کے ساتھ جناب حامد میر کو سنائی۔ انہوں نے اس کو ریکارڈ کر لیا اور کہا کہ میں آدھے گھنٹے میں اس کو نشر کروں گا، مگر انہوں نے شام کو کسی وقت نشر کیا جبکہ اس سے پہلے ہماری پریس کانفرنس بھی ہو چکی تھی

یہ ساری المناک درد بھری روداد ہے، مجھ سے کسی ٹی وی چینل کے نمائندے نے پوچھا کہ آپ اس خون ریزی کی ذمہ داری کس پر ڈالتے ہیں؟ میں نے کہا، ایوان صدر پر، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے؟ ہم پر اور ہمارے پیارے وطن پر رحم فرمائے اور جو خطرات منزل لا رہے ہیں اللہ ان سے بچالے۔ آمین!

